وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ
وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ طَالِبٍ.

بہہ رہا ہوتا تھا' اور وہ شعر یہ تھا: وہ گورے شخص جن کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث:۱۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى' عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا' وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا' قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

[طرف الحدیث:۳۷۱۰] (صحیح ابن خزیمہ:۱۴۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ کو پیش کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پھر ان پر بارش نازل ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر ذواتِ قدسیہ کے وسیلہ کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں' ہمارا اونٹ بھوک سے بلبلا رہا ہے اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں' پھر یہ شعر پڑھا:

ولیس لنا الا الیك فرارنا	واین فرار الناس الا الی الرسل
ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آ سکتے ہیں	اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آ سکتے ہیں

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے عید گاہ میں نماز پڑھائی' پھر حضرت عباس سے کہا: آپ کھڑے ہو کر بارش کی طلب کے لیے دعا کریں' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا' پس ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر اس شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے الفتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے' جو صحابی ہیں۔

الزبیر بن بکار نے ''الانساب'' میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وسیلہ سے دعا کی تھی' حضرت عمر نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت صرف توبہ سے دور ہوتی ہے' اور یہ قوم اس مصیبت میں میرے پاس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا

مقام تھا' اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما! پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ' پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہوگئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح' اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے اور حضرت عمر کا حضرت عباس کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۷-۵۳۶ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس طرح نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا مستحب ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک حضرات کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور مستحب ہے' بعض بدعقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا نہیں کی بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہیں تھے ورنہ وہ آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ ہونے پر تو بہت دلائل ہیں جس کو ہم متعدد بار پیش کر چکے ہیں' حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تھی تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے' اسی طرح آپ کے اہل بیت اور اقرباء کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا' جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی' اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا' نہ اس لیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا' جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں' اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۳-۳۰۲' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ کی قبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا اسلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی' اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو' پھر حضرت بلال بن حارث' حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۳۲' ادارۃ القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۴۔ ج ۷ ص ۱۸۲' کتاب الجرح والتعدیل:

۹۴۴' امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے' ج ۶۰ ص ۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی دوسرا مردِ صالح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا اور دونوں میں فرقِ عظیم ہے' لیکن شیخ بن باز کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ خصوصیت تب ثابت ہوتی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو حصولِ برکت کے لیے بلانے سے منع کیا ہوتا اور جب آپ نے اس سے منع نہیں کیا تو شیخ بن باز کا از خود اس سے منع کر کے شریعت سازی کرنے کا کیا جواز ہے! نیز شیخ نے لکھا ہے کہ اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حصولِ برکت کے لیے بلانا غلو اور شرک ہوگا۔ شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو چیز شرک ہو' وہ سب کے ساتھ شرک ہوتی ہے' اگر کسی کو حصولِ برکت کے لیے گھر بلانا اور اس سے نماز پڑھوانا شرک ہو تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر بلانا اور آپ سے نماز پڑھوانا بھی شرک قرار پائے گا' اور کیا شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو' اس کو غیر کے لیے کیا جائے تب وہ شرک ہوتا ہے جیسے سجدۂ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' سو اگر سجدۂ عبویت غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو یہ شرک ہوگا' شیخ بن باز کسی مردِ صالح کو گھر بلانے اور اس سے نماز پڑھوانے کو شرک قرار دے رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ گھر بلانا اور نماز پڑھوانا اللہ کے ساتھ خاص ہے' تبھی تو غیر اللہ کے لیے یہ کام شرک ہوگا' افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی قدر و منزلت نہ کی!

یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو' اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے بالکل برکت حاصل نہیں ہوگی' لاریب ان کے نماز پڑھنے سے بھی اس جگہ برکت حاصل ہوگی' اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑنے پر حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم (پہلے) اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تیری طرف توسل کرتے تھے' پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے محترم چچا سے تیری طرف توسل کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پس ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس دعا کے بعد حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح لحاظ کرتے تھے' جس طرح اولاد اپنے والد کا لحاظ کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمِ محترم کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ' اس کے تھوڑی دیر بعد بارش ہوگئی۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہلِ خیر و صلاح (یعنی صالحین) اور اہلِ بیتِ نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔ (یعنی ان کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سعیدی غفرلہٗ) (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے' اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمِ محترم حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے' وہ دیگر صالحین کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے حالانکہ آپ میں اور دیگر صالحین میں بہت فرق ہے اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہی لکھا ہے کہ صالحین اور اہلِ بیتِ نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے' بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل

بیت نبوت سے استشفاع کرنا چاہیے اور استشفاع کا معنی ہے: شفاعت طلب کرنا یعنی ان سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور یہ عبارت تو شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب لوگوں پر زیادہ باعثِ قہر اور ان کے لیے زہرہ گداز ہے' اس کے باوجود یہاں فتح الباری کے حاشیہ میں شیخ ابن باز نے حافظ عسقلانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اس سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اسی اسلوب پر دیگر صالحین سے حصولِ برکت کے لیے ان کو گھر بلانے اور ان سے نماز پڑھوانے میں شرک کا خطرہ کیوں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصولِ برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب امام یا عالم کسی کے گھر میں آئے تو اس محلہ کے لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس مجتمع ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۳' دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ' فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس عبارت پر شیخ عبدالعزیز بن باز نے فتح الباری کے حاشیہ پر یہ اعتراض لکھا ہے:

یہ عبارت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ کے غیر کے لیے اس سے منع کیا جائے گا تا کہ شرک تک پہنچانے کا ذریعہ بند ہو جائے' جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

شرک کی تعریف

یہ عبارت بھی ان ہی دلائل سے مردود ہے' جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں' جب نبی ﷺ سے استفادہ کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں تو علماء اور ائمہ سے استفادہ کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک کیوں کر ہوگا' شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے' اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے' ان لوگوں نے شرک کو اس قدر عام اور ارزاں بنا دیا ہے کہ علماء اور ائمہ سے استفادہ کو بھی شرک قرار دے دیا ہے' ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب اصحاب نے دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ اور اپنے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے سلسلہ کے علماء سے استفادہ نہیں کیا! ضرور انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے تو اپنی اس عبارت کے مطابق وہ خود مشرک ہو گئے اور کیا کبھی وہ اپنے اکابر علماء اور اساتذہ سے پڑھنے کے لیے نہیں گئے اور ضرور گئے ہیں تو وہ اپنے قاعدہ سے ضرور مشرک ہو گئے اور یہ ان پر دوسری کاری ضرب ہے۔

شیخ ابن باز نے اپنے دونوں اعتراضوں میں نبی ﷺ کے غیر سے برکت کے حصول کو شرک قرار دیا ہے۔ آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ آیا احادیث میں نبی ﷺ کے غیر سے برکت کے حصول کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی ﷺ کے غیر میں احادیثِ صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول

جب آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر. اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴' صحیح مسلم: ۳۶۷)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان من الشجر لما برکتہ کبرکۃ المسلم. بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی برکت کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۴)

اس سے مراد کھجور کا درخت تھا اور اس حدیث میں کھجور کے درخت اور عام مسلمان دونوں میں برکت کا ثبوت ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''صلوا فیھا فانھا برکۃ'' اس میں نماز پڑھو کیونکہ اس میں نماز پڑھنا برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۴ 'سنن ترمذی: ۸۱ 'سنن ابن ماجہ: ۴۹۴)

یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البرکۃ فی نواصی الخیل. گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۱ 'صحیح مسلم: ۱۸۷۴)

یعنی گھوڑوں کو پال کر اور ان سے جہاد کر کے ان کی برکت حاصل کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ. (صحیح البخاری: ۱۸۸۵ 'صحیح مسلم: ۱۳۶۹) اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں' اس سے دو چند برکتیں مدینہ میں رکھ دے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

انما اخشی علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من برکات الارض. (صحیح البخاری: ۲۸۴۲) مجھے تم پر صرف یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر زمین کی برکتیں کھول دی جائیں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکالیں اور لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں'' ویرجون برکۃ ذالک الیوم'' اور اس دن کی برکت کی امید رکھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ. کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے کی برکت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۱ _۱۸۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکۃ. سحری کیا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۲۳ 'صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی' کھجور کے درخت میں برکت ہے' عام مسلمانوں میں برکت ہے' بکریوں کے باڑے میں برکت ہے' گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے' مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دگنی برکتیں ہیں' زمین میں برکتیں ہیں' عید کے دن میں برکت ہے' کھانے کے اوّل و آخر ہاتھ دھونے میں برکت ہے' سحری کھانے میں برکت ہے' اور اگر کسی میں برکت نہیں ہے تو شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک صالحین میں برکت نہیں ہے اور ان سے برکت کے حصول کے لیے جانا یا ان کو بلانا شرک کی طرف لے جاتا ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ سے عداوت اور کیا ہوگی! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من عادٰی لی ولیًا فقد اذنتہ بالحرب. جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔